جب تعلیم کا زندگی سے رشتہ ٹوٹ جائے

جدید طرزِ تعلیم کے بڑے المیوں میں سے ایک اس کا غیر متعلق ہونا ہے۔ بچپن سے لے کر لڑکپن تک، لاتعداد طالب علم ایسے مواد کو رٹنے میں برسوں صرف کر دیتے ہیں جس کا ان کی عملی زندگی سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ ایسے میں ان کا یہ سوال بالکل بجا ہے کہ: "آخر میں اسے پڑھنے میں دلچسپی کیوں لوں؟"

ایسی سیڑھی جس کی کوئی منزل نہیں

تعلیمی سیڑھی کے ہر قدم پر طلبہ کو ایک ہی پیغام ملتا ہے: جو تم ابھی سیکھ رہے ہو وہ اگلی جماعت میں کام آئے گا۔ آٹھویں جماعت کے نصاب کا جواز یہ دیا جاتا ہے کہ وہ نویں جماعت کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے؛ نویں جماعت اس لیے اہم ہے کیونکہ وہ دسویں کی طرف لے جاتی ہے۔ یہ چکر یونہی چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ تعلیم ایک ایسی سیڑھی بن جاتی ہے جس کی اپنی کوئی واضح منزل نہیں ہوتی۔ علم کو ہمیشہ مستقبل کے لیے اٹھا رکھا جاتا ہے، کبھی حقیقی معنوں میں اس کا تجربہ نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ سیکھنے کا عمل محض ایک لامتناہی ریہرسل بن کر رہ جاتا ہے، جو کبھی اصل زندگی کی کارکردگی میں تبدیل نہیں ہو پاتا۔

اندھی تقلید کی قیمت

کچھ بچے اس نظام کے اندر بہت نمایاں کامیابی حاصل کر لیتے ہیں۔ تاہم، ان کی یہ کامیابی اکثر تجسس کی بنا پر نہیں ہوتی، بلکہ اپنی شخصیت کو دبانے اور خود کو نظام کے سانچے میں ڈھال لینے کی صلاحیت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ وہ حقیقی معنوں کو سمجھنے کے بجائے محض اطاعت کرنا اور کام کو اس لیے مکمل کرنا سیکھ لیتے ہیں کیونکہ وہ انہیں سونپا گیا ہے۔ اگرچہ یہ "حکم برداری" اچھے نمبروں کا باعث بن سکتی ہے، لیکن اس کی قیمت انہیں اپنی "انفرادیت" کھو کر چکانی پڑتی ہے۔ ایک ایسا نظام جو تجسس کے بجائے تقلید کی حوصلہ افزائی کرے، وہ بچوں کی فطری صلاحیتوں کو نکھارنے کے بجائے انہیں محدود کرنے کا سبب بنتا ہے۔

عدم دلچسپی میں چھپی دیانت داری

اگر کوئی بچہ اس مشینی دوڑ کی مزاحمت کرتا ہے، تو اسے اکثر "ناکامی" کا لیبل لگا دیا جاتا ہے۔ لیکن شاید بے معنی مطالعہ میں یہ عدم دلچسپی اس کی کمزوری نہیں بلکہ اس کی اخلاقی دیانت داری (Integrity) ہے۔ یہ اس بات کا اظہار ہے کہ وہ "نمبروں" کے حصول کی کھوکھلی دوڑ کے لیے اپنے فطری تجسس کا سودا کرنے پر تیار نہیں ہے۔ ایسے بچے اپنے فرماں بردار ساتھیوں کے مقابلے میں حقیقت کے زیادہ قریب ہو سکتے ہیں، کیونکہ وہ لاشعوری طور پر یہ محسوس کر لیتے ہیں کہ تعلیم کو زندگی کی خدمت کرنی چاہیے، نہ کہ اسے نگل لینا چاہیے۔

تعلیم بطور انسانی صلاحیتوں کی نشوونما

حقیقی تعلیم کو ان انسانی صلاحیتوں کو بیدار کرنا چاہیے جو ہمیں منفرد بناتی ہیں — جیسے خود آگاہی (Self-awareness)، تخیل، ضمیر، ابلاغ، گہری سوچ، جمالیاتی ذوق اور قوتِ ارادی۔ ہر مضمون کو ان مہارتوں کو فروغ دینے کے لیے ایک آلے کے طور پر کام کرنا چاہیے، تاکہ بچے دنیا اور اپنے خالق کی توقعات کے ساتھ گہرا تعلق استوار کر سکیں۔

- **سائنس** کا محور محض فارمولے یاد کرنا نہیں، بلکہ تخلیق کے نظم و ضبط پر حیرت کا احساس بیدار کرنا ہونا چاہیے۔
- **ادب** کو صرف تحریروں کے تجزیے تک محدود نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اسے ہمدردی اور ضمیر کو جلا بخشنی چاہیے۔
- **ریاضی** کو صرف امتحانات کے لیے نہیں، بلکہ حقیقی زندگی کے چیلنجز کے لیے استدلال (Reasoning) کی قوت بڑھانی چاہیے۔
- **تاریخ** کو محض تاریخوں اور اعداد و شمار تک محدود نہیں رہنا چاہیے، بلکہ اسے بچوں کو یہ سمجھنے میں مدد دینی چاہیے کہ انسانی فیصلے کس طرح معاشروں اور مستقبل کی تشکیل کرتے ہیں۔

افادیت سے مقصدیت تک

تعلیم کا گہرا مقصد صرف افادیت نہیں بلکہ معنویت ہے۔ جب بچے یہ دیکھ لیتے ہیں کہ علم ان کی اندرونی دنیا اور بیرونی حقیقت سے کیسے جڑا ہوا ہے، تو وہ بڑے سوالات کرنا شروع کر دیتے ہیں: **اس دنیا میں میری ذمہ داری کیا ہے؟ میں دیانت داری کے ساتھ کیسے جی سکتا ہوں؟ میری صلاحیتیں مجھ سے کیا تقاضا کرتی ہیں؟** اس طرح سیکھنے کا عمل محض ایک فنی طریقہ کار نہیں رہتا، بلکہ ایک اخلاقی اور روحانی سفر بن جاتا ہے۔

اصلاحِ احوال کے عملی راستے

تعلیمی نظام کو نئی زندگی دینے کے لیے فلسفیانہ تبدیلی اور عملی اقدامات دونوں کی ضرورت ہے۔

- **پراجیکٹ پر مبنی سیکھنے کا عمل**(Project-based learning): تجریدی اسباق کے بجائے، طلبہ سماجی مسائل کا حل نکالیں، مشینیں بنائیں، یا چھوٹے کاروبار چلائیں —اور اس دوران سائنس، ریاضی اور قیادت کی مہارتیں سیکھیں۔
- **بین الکلیاتی روابط**(Interdisciplinary connections): مثال کے طور پر، موسمیاتی تبدیلی پر ایک یونٹ میں سائنس، معاشیات، اخلاقیات اور ادب کو یکجا کیا جا سکتا ہے—جو یہ ظاہر کرے کہ حقیقی زندگی میں مختلف شعبے کس طرح ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔
- **فکری مشق**(Reflective practice): ڈائری لکھنا اور گروہی مباحثے، جہاں طلبہ کلاس کے اسباق کو ذاتی تجربات سے جوڑ سکیں، ان میں خود آگاہی اور فہم ادراک(Metacognition) دونوں کو فروغ دیتے ہیں۔
- **اخلاقی اور شہری شمولیت**: اسکولوں کو نہ صرف ذمہ داری کا درس دینا چاہیے بلکہ طلبہ کو عملی خدمات، مباحثوں اور مشترکہ فیصلہ سازی کے ذریعے اس کی مشق کے مواقع بھی فراہم کرنے چاہئیں۔
- **حیرت اور ماورائیت کے لمحات**: موسیقی، آرٹ اور فطرت کے ساتھ وقت گزارنا جمالیاتی حس کو بیدار کرتا ہے اور زندگی کے اسرار کے سامنے عاجزی سکھاتا ہے—جو طلبہ کو یاد دلاتا ہے کہ تعلیم صرف کمانے کے لیے نہیں، بلکہ جینے کے لیے ہے۔

دو نظاموں کا موازنہ: امتحان پر مبنی بمقابلہ زندگی سے جڑی تعلیم

امتحان پر مبنی تعلیم	زندگی سے جڑی تعلیم
علم کا جواز: "اگلی کلاس" کے لیے ضرورت	علم کا رشتہ: موجودہ زندگی اور مستقبل کے مقصد سے
اطاعت، خاموشی اور رٹے کی حوصلہ افزائی	تجسس، غور و فکر اور آزادیٔ اظہار کی ترغیب
قلیل مدتی کارکردگی، طویل مدتی عدم دلچسپی	عمر بھر سیکھنے کا جذبہ اور علم میں معنویت کی تلاش
کامیابی کا معیار: صرف گریڈز اور اسناد	کامیابی کا معیار: صلاحیتوں کی نشوونما اور سماجی حصہ
بے چینی، مقابلہ بازی اور ناکامی کا خوف پیدا کرنا	حیرت، باہمی تعاون اور اخلاقی ذمہ داری پروان چڑھانا

یہ موازنہ واضح کرتا ہے کہ مسئلہ بچوں کی دلچسپی یا صلاحیت کا نہیں، بلکہ اس نظام کا ہے جو تعلیم کو محض امتحانات تک محدود کر دیتا ہے۔ حقیقی تعلیم غیر متعلقہ مواد کی کوئی مشینی چکی نہیں ہے—بلکہ یہ ایک مکمل انسان بننے کی راہ ہے۔

قابلِ قدر تعلیم کی جانب

تعلیم کا مقصد اگلی کلاس کی تیاری نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اسے زندگی کی تیاری ہونا چاہیے۔ اسے بچوں کو یہ دریافت کرنے میں مدد دینی چاہیے کہ وہ کون ہیں، ان کے وجود کا مقصد کیا ہے، اور وہ کس طرح بامقصد طریقے سے اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ جب سیکھنے کے عمل کو زندگی سے جوڑ دیا جاتا ہے، تو بچوں کو دلچسپی لینے پر مجبور نہیں کرنا پڑتا—وہ اسے اپنی انسانیت کے ایک لازمی حصے کے طور پر خود دریافت کر لیتے ہیں۔

ایسی تعلیم جو تجسس کی آبیاری کرے، ضمیر کو بیدار کرے اور مقصدیت کو فروغ دے، کوئی عیاشی نہیں ہے۔ بلکہ یہی وہ واحد تعلیم ہے جس کی فکر اور جستجو کرنا ہم سب پر لازم ہے۔